میں فرق بتلاتا ہے . . . . ۔ہاں علم ہی وہ دولت ہے جس کی تلاش میں کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سفر طویل اختیار کیا تھا۔ ہاں علم ہی وہ بے بہا دولت ہے جس کے حاصل کرنے کیلئے بادشاہ دوجہاں سرور کائنات محبوب خدا، احمد مجتبیٰ رسول خدا۔ آنحضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ خدا سے یہی دعا کرتے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُکَ عِلۡمًا نَافِعًا۔ الٰہی میں تجھ سے فائدہ بخش علم کی درخواست کرتا ہوں۔ کیا اور کوئی مذہب ان خصوصیات کی نظریں پیش کر سکتا ہے؟

یہ اسلام کی بے شمار و ممتاز خصوصیات کے بحر ناپیدا کنار کے چند قطرے ہیں جو بساط کے مطابق مختصراً میں نے آپ کے سامنے پیش کیئے ہیں۔ ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ ؂

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ می نگرم ✢ کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا اینجاست

سانحۂ کربلا

(از آزاد صاحب الوی اعظمی متعلم جماعت ہفتم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

کسی خاص واقعہ پر چند اصحابِ قلم کی تحریریں مضامین کے بہت سے اجزار کو باہم ایکدوسرے سے متحد کردیتی ہیں اس لئے اگر یہ مضمون محترمی شوکت حسین صاحب پرتابگڈھی کے مضمون کے بعض اجزا سے متحد ہوجائے تو ناظرین معاف فرمائیں اور اسے ان کے مضمون کی پہلی قسط شمار کریں تاکہ مضمون مع التفصیل آپ کے سامنے آجائے۔ آزاد

محرم کا ہلال خونین شفق کے پردوں سے ظاہر ہو کر ابھی دنیا کو اچھی طرح دیکھنے بھی نہیں پاتا کہ نوحہ و ماتم کی پر شور آوازوں سے دنیا ماتم کدہ بن جاتی ہے۔ واقعہ کربلا کی یاد تازہ کرنے کیلئے محرم سال میں ایک مرتبہ ضرور آتا ہے لیکن جذبات کی محشر خیزیاں اور آہ و بکا کی دلگداز آوازیں اس واقعہ کی حقیقی یادگار نہیں بن سکتیں۔ سینہ کوبی اور مرثیہ خوانی سے نہ تو شہید کربلا کی غم آگیں زندگی کی یادگار صحیح طریقہ سے منائی جاسکتی ہے اور نہ حسینؓ اور ان کے متعلقین سے اظہار ہمدردی کا یہ کوئی بہترین طریقہ متصور ہو سکتا ہے۔ کربلا کی خونچکاں داستان سے متاثر ہو کر اپنے امنڈتے ہوئے آنسوؤں کے طوفان سے ماہِ محرم کا خیر مقدم کرنیوالے لوگ محرم کی دسویں تاریخ تک اپنی الفت و محبت کا تمام جذبہ کھو چکتے ہیں اور ناموس ملت کی حفاظت کا ولولہ ان کی آنکھوں کی راہ سے آنسوؤں کے ساتھ بہہ جاتا ہے۔

واقعہ کربلا اور شہادتِ حضرت حسینؓ مسلمانوں کے دلوں میں اگر ناموسِ ملت کی حفاظت کیلئے ایک غیر فانی جذبہ پیدا نہ کرسکے تو فی الحقیقت محرم کے چند ایام میں گریہ وزاری نہ اسلام اور مسلمانوں کو کوئی فائدہ پہنچا سکتی ہے اور نہ حضرت

حسینؓ سے اظہارِ ہمدردی کا یہ کوئی بہترین ذریعہ خیال کیا جاسکتا ہے۔ مسلمانوں کے بے پایاں احساس کا عالم تو یہ ہونا چاہیئے کہ اس قسم کے واقعات سے متاثر ہو کر ملت اور ناموسِ ملت کی حفاظت کیلئے کمر بستہ ہو جائیں ؎

قتلِ حسینؓ اصل میں مرگِ یزید ہے　＋　اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

واقعہ کربلا مسلمانوں کے درسِ عبرت کیلئے کافی ہے اسلئے مستند تاریخی روایات کے مطابق میں اس اولوالعزم بہادر کے قتل کئے جانے کے حالات مختصراً آپ کے سامنے پیش کر دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

جب ۳۵ھ میں خلیفہ ثالث حضرت عثمانؓ شہید کر دیئے گئے اور منصبِ خلافت حضرت علیؓ کے قبضہ میں آیا تو انھوں نے چاہا کہ سبرۃ الجہنی کو بھیجکر شام کے امیر حضرت معاویہ بن ابی سفیان سے اپنی خلافت کی بیعت لے لیں۔ لیکن معاویہ کو اس خیال نے کہ حضرت عثمانؓ کے قتل میں حضرت علیؓ کا ہاتھ ضرور ہے اور وہ معاویہؓ کو شام کی امارت سے معزول کرنا چاہتے ہیں انھیں حضرت علیؓ کی بیعت سے باز رکھا۔ اُدھر بہت سے عاملین عثمانؓ جن میں عبداللہ حضرمی اور یعلی بن امیہ وغیرہ بھی تھے۔ عثمانؓ کے خون کا مطالبہ کرنے لگے۔ ان مختلف قسم کی شورشوں سے حضرت علی کو اپنی دورانِ خلافت میں سخت دشواریاں پیش آنے لگیں اور انھیں کبھی آرام نصیب نہ ہوا۔ شدہ شدہ حالات نے یہانتک طول پکڑا کہ حضرت علیؓ ابن ملجم کی خون آشام تلواروں سے موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔

حضرت معاویہؓ اور دیگر مخالفینِ علیؓ کو حضرت علیؓ کے انتقال کے بعد موقع مل گیا کہ ایک دوسری حکومت کا سنگِ بنیاد رکھیں۔ لیکن ابھی فضا سازگار نہ تھی اور حضرت علیؓ کے ماننے والوں کو حضرت علیؓ کی جگہ کسی دوسرے خلیفہ کی تلاش تھی۔ چنانچہ ان کی نظر حضرت حسنؓ پر پڑی اور قیس بن سعد نے حضرت حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کر کے لوگوں کو حضرت حسنؓ کی بیعت کی طرف متوجہ کر دیا۔ حضرت علیؓ کے لشکریوں نے گرچہ حضرت حسنؓ کو حضرت علیؓ کا جانشین سمجھکر ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی تھی لیکن معاویہؓ کی قوت کو حضرت حسنؓ اپنی لشکروں سے پامال نہ کر سکتے تھے اسلئے مجبوراً انھیں معاویہ کے سامنے جھکنا پڑا اور وہ ان کی بیعت پر چند شرطوں کے ساتھ رضامند ہو گئے۔

حضرت معاویہؓ کو حضرت حسنؓ کی شرطوں کے منظور کرنے میں پس وپیش نہ کرنا چاہیئے تھا کیونکہ حضرت حسنؓ گرچہ قوت کے اعتبار سے معاویہ سے کمزور تھے۔ لیکن اگر وہ چاہتے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاندان اور حضرت علیؓ کے فرزند ہونیکی حیثیت سے حضرت علیؓ کے ہمدردوں اور رسول اللہ صلعم کے گھرانے سے محبت کرنیوالوں کو متحد کر کے حضرت معاویہؓ کی قوت کا مقابلہ کر سکتے تھے لیکن ان کی صلح پسند طبیعت کو یہ بات گوارا نہ تھی کہ مسلمان باہم کشت وخون کریں اس لئے انھوں نے معاویہ سے مقابلہ کا خیال ترک کر دیا۔ معاویہ بھی اس معاملہ کو سمجھ رہے تھے اسلئے انھوں نے حسنؓ کی تمام شرطوں کے منظور کر لینے کا عہد کر لیا اور اس طرح حضرت حسنؓ کے متعلق آنحضرت صلعم کی یہ پیشین گوئی پوری ہوئی کہ ان ابنی ھذا سید ولعل اللہ ان یصلح بہ بین طائفتین عظیمتین من المومنین۔

قبیلہ بنو ہاشم کو جن میں حسینؓ بن علیؓ اور عبداللہ بن جعفرؓ خاص طور سے قابلِ ذکر ہیں حسنؓ کی یہ صلح ناگوار گذری اور انھوں نے اسے مسلمانوں کی بے عزتی خیال کیا۔ مگر حضرت حسنؓ برابر یہی کہتے رہے کہ مجھے امارت کیلئے مسلمانوں کے

خون سے ہاتھ رنگنا اچھا نہیں معلوم ہوتا۔

بہرکیف اس ہنگامہ کے بعد حضرت معاویہ نے ایک نئی حکومت کا سنگِ بنیاد رکھا جو دولتِ امویہ کے ساتھ مشہور ہے لیکن خلافت راشدہ کے خلاف انھوں نے جو اہم قدم اٹھایا وہ یہ تھا کہ اپنی دورانِ زندگی میں اپنے خاندان سے کسی شخص کو اپنا ولیعہد مقرر کردیں اور اپنی رعایا اور عُمال سے اس کے لئے بیعت لے لیں تاکہ وفات کے بعد انتقالِ خلافت کا خطرہ باقی نہ رہے۔ انھوں نے اپنے اس اصول کے مطابق اپنی زندگی ہی میں اپنے بیٹے یزید کیلئے لوگوں سے بیعت لینی شروع کردی اور ان کے بعد یزید بغیر کسی شورش کے خلیفہ ہوگیا۔

لیکن معاویہ کا یہ جمہوریت سوز رویہ بہت سے لوگوں کی طبیعت کے خلاف تھا اور کتنے لوگ تو جنھیں اہلبیت سے محبت تھی اور وہ چاہتے تھے کہ خلیفہ حضرت علیؓ ہی کی خاندان سے ہونا چاہیے۔ معاویہؓ ہی کی خلافت کے مخالف تھے۔ مگر ان کی یہ مخالفت معاویہ کے زمانہ میں کوئی مستقل صورت نہ اختیار کرسکی۔ البتہ یزید کی خلافت میں ابھری اور اس کے خونریز طرزِ عمل سے فنا ہوگئی۔

شہادت حسینؓ کے اسباب

اس طویل سلسلۂ تمہید کا مقصد یہ ہے کہ قتلِ حسینؓ یزید کے سیاسی معاملات سے متعلق تھا۔ ورنہ سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک عربی النسل مسلمان رسول عربی کی صداقت وحقانیت کا معترف اپنے کسی ذاتی بغض وعناد کی بنا پر بقول شیعہ حضرات نواسۂ نبیؐ کو متواتر تین یوم تک بھوکا پیاسا رکھکر اُسے قتل کرڈالے، اس کے معصوم بچوں کو کربلا کی تپتی ہوئی دھوپ میں تشنہ لب پریشان کرے اور اس کی حرم سراؤں کو دربدر پھرائے۔ جہاں میں نے شہادت حسینؓ کو یزید کے سیاسی معاملات سے متعلق بتلایا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ اگر حضرت حسینؓ بقیدِ حیات رہتے تو یقیناً یزید کی حکومت خطرہ میں تھی اسلئے اس کی بنیاد مضبوط کرنے کیلئے یزید کو قتل حسینؓ ہی میں فائدہ نظر آیا اور اس نے اس جرم کے ارتکاب کے وقت اس کا مطلقاً خیال نہ کیا کہ میری تلوار کے نیچے نواسۂ نبیؐ کی گردن ہے یا کسی غیر کی۔

تاریخ اس قسم کے واقعات سے بھری پڑی ہے کہ لوگوں نے حکومت کی حرص میں باپ بھائی اور بیٹوں تک کو قتل کردیا ہے اسلئے اگر حکومت کی پیشِ نظر یزید سے قتلِ حسینؓ کا جرم سرزد ہوجائے تو تعجب نہیں کیا جاسکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ معاویہؓ سے حسنؓ کا نامہ وپیام حضرت حسینؓ کی تکلیف کا باعث تھا اور وہ خلافت کا حقدار معاویہؓ سے زیادہ اہلبیت ہی کو سمجھتے تھے اسی لئے جب معاویہؓ نے یزید کے لئے اہلِ مدینہ سے بیعت لینی چاہی تو حسین بن علیؓ اور ان کے چند ہمدرد (عبدالرحمنؓ بن ابوبکرؓ۔ عبداللہؓ بن زبیرؓ اور عبداللہ بن عمرؓ) نے یزید کی بیعت سے انکار کردیا اسوقت معاویہؓ کو عبدالرحمنؓ بن ابوبکرؓ کی نرم دلی اور عبداللہ بن عمرؓ کے زہدوورع سے امید تھی کہ یزید کے مقابلہ میں سیاسی ہنگامہ آرائیوں کے وقت ان کی مخالفت کسی اہم نتیجہ کی حامل نہ ہوگی اس لئے انھوں نے اپنی وصیت میں یزید سے کہدیا کہ ان کے قصور پر ان کی داروگیر نہ کی جائے بلکہ انھیں معاف کردیا جائے۔

معاویہ کے نزدیک یزید کے حق میں سب سے زیادہ خطرناک حسینؓ اور ابنِ زبیر تھے لیکن رسولؐ سے قرابت کے باعث

معاویہؓ نے یزید کو اس بات کی اجازت نہ دی کہ وہ حضرت حسینؓ کو موت کے گھاٹ اتارے البتہ ابن زبیرؓ کے ہلاک کردینے کی انھوں نے اجازت دیدی تھی۔

فی الحقیقت یزید کیلئے حسینؓ، ابن زبیرؓ سے بھی زیادہ ضرر رساں تھے کیونکہ ان کے اہلبیت اور فرزند علیؓ ہونے کی حیثیت سے علیؓ کے ہمنواؤں اور اہلبیت سے محبت رکھنے والوں کی تمام طاقتیں ان کے ایک اشارۂ چشم پر حرکت میں آنے کیلئے تیار تھیں اور وہ جب چاہتے یزید کے قصر خلافت کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتے اسلئے یزید پر ضروری تھا کہ اس فتنہ کو ابھرنے سے پہلے ہی ختم کردے اور اس کا حل بجز حسینؓ کے قتل کردینے کے اور کچھ نہ تھا اسلئے وہ اپنے باپ کی وصیت کے خلاف مجبوراً حسینؓ کے قتل کیلئے تیار ہوگیا۔

اُدھر یزید قتل حسین کی تدابیر پر غور کر رہا تھا۔ ادھر حالات اس کیلئے سازگار فضا پیدا کرنے لگے۔ اہل کوفہ نے جب وفات معاویہؓ اور امارت یزید کی خبر سنی تو ان کے دل میں ایکمرتبہ پھر اہلبیت کی محبت چٹکیاں لینے لگی اور انھوں نے چاہا کہ حضرت حسینؓ کو بلاکر ان کے ہاتھ پر بیعت کرلیں اس مہم کے انجام دینے کیلئے انھوں نے اپنے سردار سلیمان بن صرد الخزاعی کے یہاں ایک کمیٹی کی اور متفقہ طریقہ سے یہ رائے پاس ہوئی کہ حضرت حسینؓ کو خطوط لکھے جائیں جن میں ان کی بیعت پر آمادگی کا اظہار کیا جائے۔

اسی معاملہ کے دوران میں مدینہ کے عامل ولید بن عتبہ کو یزید کا مندرجہ ذیل متن پر مشتمل ایک خط موصول ہوا۔ اما بعد فخذ حسینا وعبد اللہ بن عمر وابن الزبیر اخذا لیس فیہ رخصۃ حتی یبایعوا والسلام۔ یعنی تم حسینؓ عبد اللہ بن عمرؓ اور ابن زبیرؓ کو تاوقتیکہ وہ بیعت نہ کریں گرفتار کرلو۔ ولید بن عتبہ گرچہ بنوامیہ کی طرف سے مدینہ کا عامل تھا لیکن وہ نہیں چاہتا تھا کہ حسینؓ سے بری طرح پیش آئے اس لئے اس نے ان کو اپنے پاس بلاکر وفات معاویہؓ کی خبر دی اور یزید کی بیعت کیلئے استفسار کیا۔ حضرت حسینؓ نے اس کے جواب میں کہا کہ میں بیعت کیلئے اسوقت تک آمادہ نہیں ہوسکتا جب تک تمام لوگ یزید سے بیعت نہ کرلیں۔ اس معاملہ میں میں عوام کے ساتھ ہوں اگر تم انھیں بیعت کی دعوت دو اور ساتھ ہی ساتھ مجھے بھی، تو میرے لئے یہ امر باعث مسرت ہوسکتا ہے۔

اس مختصر سی گفتگو کے بعد ولید نے انھیں واپس جانے کی اجازت دیدی اور وہ وہاں سے واپس آکر مدینہ روانہ ہوگئے اِدھر اہل کوفہ کا جوش دن بدن بڑھتا گیا اور انھوں نے اپنی منظور کردہ رائے کے مطابق حضرت حسینؓ کے پاس خطوط بھیجنے شروع کردیئے جن میں اس بات کا اطمینان دلایا جاتا کہ ہم یزید کی خلافت سے متنفر ہیں اور آپ کے حلقہ بگوش رہنا چاہتے ہیں۔ جب خطوط کی تعداد ڈیڑھ سو کے قریب پہنچ گئی اور حضرت حسینؓ اہل کوفہ کے بے پایاں جذبات کا اچھی طرح اندازہ کرچکے تو انھوں نے ذیل کے خط کے ساتھ اپنے بھائی مسلم بن عقیلؓ کو ان کی طرف روانہ کیا کہ وہ وہاں کی سازگار فضا ر دیکھکر مجھے مطلع کریں تاکہ میں کوفہ کی طرف روانہ ہوجاؤں۔

اما بعد فانی فہمت کل الذی اقتصصتم وقد بعثت الیکم باخی وابن عمی وثقتی من اہلبیتی مسلم بن عقیل وامرتہ ان یکتب الی بحالکم وامرکم ورایکم فان کتب الی انہ قد اجتمع رای ملئکم وذوی الحجی

منکم علی مثل ما قدمت بہ رسلکم اقدم الیکم وشیکا ان شاء اللہ فلعمری ما الامام الا العامل بالکتاب والقائم بالقسط والدائن بدین الحق والسلام۔ یعنی حمد باری کے بعد میں تمہاری تمام کیفیتوں اور حالتوں کو سمجھ رہا ہوں اور تمہاری طرف اپنے چچازاد بھائی مسلم بن عقیل کو روانہ کر رہا ہوں تاکہ وہ تمہاری حالت اور تمہاری رائے کا اندازہ کرکے مجھے مطلع کریں اگر انھوں نے تمہارے سفیروں کے بیان کے مطابق تمہاری جماعت اور تمہارے اولوالعزم اہل الرائے کو میری طرف مائل پایا تو یقیناً مجھے تمہارے پاس آنے میں کچھ پس وپیش نہ ہوگا۔ بخدا امام صرف عامل بالکتاب اور عادل ومتدین شخص ہی ہوسکتا ہے والسلام۔

مسلم پوری رازداری کے ساتھ یہ خط لیے ہوئے کوفہ کی طرف روانہ ہوئے لیکن کوفہ کے عامل نعمان بن بشیر کو جب اس کی خبر ہوئی تو اس نے چاہا کہ اس فتنہ کو ابھرنے سے پہلے دبادے اس لئے اس نے لوگوں کو اپنی ایک تقریر کے دوران میں اس خیال سے باز رہنے کی تلقین کی۔ مگر اہلبیت سے محبت کرنے والے شیعان علیؓ پر اس معمولی سی تلقین کا کیا اثر ہوتا؟ مجبوراً نعمان نے یزید سے مطالبہ کیا کہ یہاں کوئی بے رحم گورنر مقرر کر دیا جائے جو لوگوں کو اپنی سختیوں سے تمہاری بیعت سے منحرف نہ ہونے دے اہل کوفہ کی بیعت شکنی یزید کے لئے ایک عظیم الشان شورش اور انقلاب کا پیش خیمہ تھی اس لئے اس نے نعمان کی جگہ عبید اللہ بن زیاد کو کوفہ کا گورنر بنادیا تاکہ وہ اپنے آہنی ہاتھوں سے جلد از جلد اس فتنہ کو فرو کر سکے۔ عبید اللہ کی سختیوں نے مسلم کو پریشان کر دیا تھا چنانچہ وہ ہانی کے گھر میں پناہ گزیں ہو گئے۔ گرچہ اسوقت مسلم کے ہاتھ پر بارہ ہزار افراد بیعت کر چکے تھے لیکن عبید اللہ کا مقابلہ ان کے امکان سے باہر تھا بالآخر حضرت مسلم گرفتار کر لئے گئے اور محمد بن اشعث نے انھیں قتل کر دیا۔

ادہر حضرت حسینؓ کو مسلم بن عقیل کا خط مل چکا تھا جس میں انھیں کوفہ کی طرف روانہ ہو جانے کا مشورہ تھا اس کے ملتے ہی حضرت حسین نے کوفہ کا قصد کیا گرچہ عمرو بن عبد اللہ بن حارث بن ہشام اور عبد اللہ بن عباس نے انھیں اس خیال سے باز رکھنے کی بہت کوشش کی اور اہل عراق کی بدعہدیوں کو ان کے سامنے دھرایا لیکن حضرت حسینؓ اپنے ارادے سے باز نہ آئے۔

حضرت حسینؓ کوفہ کی طرف روانہ ہو چکے ہیں راستہ میں فرزدق شاعر سے ملاقات ہوتی ہے اور اس سے وہاں کے حالات دریافت فرماتے ہیں وہ کہتا ہے۔ "اہل کوفہ کا دل آپ کے ساتھ ہے تلواریں بنو امیہ کے ساتھ اور موت اپنا منہ کھولے کسی جاں ستان ہنگامے کا انتظار کر رہی ہے" اس خبر سے بھی حضرت حسینؓ کوئی صحیح رائے قائم نہ کر سکے اور برابر بڑھتے چلے گئے جب مقام ثعلبہ میں پہنچے تو بعض بہی خواہوں نے مشورہ دیا کہ اب کوفہ میں آپ کا کوئی یار ومددگار نہیں، مناسب یہی ہے کہ آپ وہاں کا قصد نہ فرمائیں۔ لیکن بنو عقیل نے کہا کہ "بخدا ہم مسلم کا بدلہ لئے بغیر واپس نہیں لوٹ سکتے گرچہ قتل ہی کیوں نہ کر دیئے جائیں" اس طرح لوگوں کے بار بار مشورے کے باوجود حضرت حسینؓ اور ان کے ہمراہیوں کو شہادت کشاں کشاں کوفہ کی طرف لئے جا رہی تھی۔

ہنگامۂ کربلا

حُر بن یزید تمیمی نے جو ایک ہزار شہسواروں کی جمعیت کے ساتھ حسینؓ کی تلاش میں نکلا تھا۔ آ کر انھیں گھیر لیا۔ حضرت حسینؓ نے حُر کے سامنے اہل کوفہ کے دعوت ناموں اور اپنے آنیکے وجوہ واسباب

کا تذکرہ کیا اور کہا کہ میں مدینہ واپس جانے کیلئے تیار ہوں لیکن اس نے ایک نہ سُنا اور آپ کو لیکر عبید اللہ بن زیاد کی طرف روانہ ہوگیا۔ ابھی آپ مقام نینوا ہی میں تھے کہ حضرت حسینؓ سے مقاتلہ اور حُر کی معاونت کیلئے ابن زیاد کی طرف سے ایک کمک پہنچ گئی جس کا سپہ سالار عمر بن سعد بن ابی وقاص تھا۔ حضرت حسینؓ نے اس کے سامنے بھی اپنے واپس جانے کا خیال ظاہر کیا مگر اس نے ابن زیاد سے مشورہ کئے بغیر حسینؓ کو واپس جانے کی اجازت نہ دی۔ جب ابن زیاد کے پاس عمر کا خط پہنچا تو اس نے جواب میں لکھا کہ اگر حسینؓ یزید کی بیعت کرلیں تو خیر ورنہ ان پر پانی بند کردیا جائے حضرت حسینؓ ابن زیاد کے ان مطالبات کو کب ماننے والے تھے اسلئے نتیجہ ظاہر تھا۔

جب حضرت حسینؓ پر بہت سختیاں کی گئیں اور پانی کے تمام وسائل بند کردیے گئے تو حسینؓ ابن زیاد کے لشکروں سے لڑنے کیلئے تیار ہوگئے اور دو محرم پنجشنبہ ۶۱ھ کو یہ خونیں جنگ شروع ہوگئی۔ کربلا کی تپتی ہوئی زمین، پانی کا نہ ملنا اور آدمیوں کی قلت یہ ایسی چیزیں تھیں جس سے حضرت حسینؓ عمر کا مقابلہ نہ کرسکتے تھے۔ آج سے پہلے حضرت حسینؓ کے ہمراہیوں میں سے بہت سے لوگ شہید ہوچکے تھے اس پر عورتوں بچوں اور بچیوں کی تشنگی و بیچینی حضرت حسینؓ کی پریشانیوں میں مزید اضافہ کا باعث بن گئی اس لئے آج دس محرم کو لڑائی پورے جوش و خروش سے ہوئی اور حسین شہید کردیئے گئے مورخین نے لکھا ہے کہ حضرت حسینؓ کے ہمراہیوں میں بہتّر افراد قتل ہوئے اور ابن زیاد کے لشکر کے کل اٹھاسی آدمی مارے گئے۔ اس کے بعد دشمنوں نے حضرت حسینؓ کی لڑکیوں، بہنوں اور ان کے سر کے ساتھ ابن زیاد کی طرف کوچ کیا۔ اس قافلہ کے ہمراہ علی بن حسینؓ بھی تھے جو بیماری سے نحیف اور کمزور ہو رہے تھے۔ جب ابن زیاد کے سامنے حضرت حسینؓ کا سر پیش کیا گیا تو اس نے اسے پورے قافلہ کے ساتھ یزید کے پاس بھیجدیا اور اس طرح یہ دلدوز واقعہ اختتام پذیر ہوا۔

لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ کیا حضرت حسینؓ کا قتل ہمیں صرف رونے پیٹنے اور نوحہ و گریہ ہی کا سبق دیتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں!! بلکہ یہ واقعہ ہمارے لئے (اگر ہم غور کریں) عبرت کا ایک سبق ہے۔ کاش ہم سال میں ایک مرتبہ آنے والے محرم کے دن شہادتِ حسینؓ کی یاد تازہ کرکے اپنے اندر ناموس ملت کی حفاظت کا کوئی جذبہ پیدا کرسکیں۔ اور اپنی متحدہ مساعی اور زورِ بازو سے اپنے گذشتہ عروج کو حاصل کرنے کی جدوجہد شروع کردیں۔ اس حادثۂ المیہ کو یاد کرکے غالب کا یہ شعر بار بار زبان پر آتا ہے ؎

فروغِ طالعِ خاشاک ہے موقوف گلخن پر　٭　فنا کو سونپ گر مشتاق ہے اپنی حقیقت کا